

متفرقات (1)

جناب اطہر ہاشمی کا شکریہ:

حیدر علی آتش کا شعر ہے:

لگے منہ بھی چڑھانے، دیتے دیتے گالیاں صاحب زباں بگڑی تو بگڑی تھی، خبر لیجے دہن بگڑا

اس شعر سے استفادہ کرتے ہوئے روزنامہ جسارت کے چیف ایڈیٹر جناب اطہر ہاشمی نے فرائیڈے اسپیشل میں اپنے کالم کا عنوان باندھا ہے: ”خبر لیجے زباں بگڑی“، اس میں وہ زبان و بیان کی اصلاح کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ دورِ حاضر میں اردو زبان کے تحفظ کے لیے یہ وقت کی ضرورت ہے، کاش کہ ہماری جامعات میں شعبہ اردو کے اساتذہ و طلبہ اور صحافت سے وابستہ لوگ اس سے استفادہ کریں۔ ”خبر لیجے زباں بگڑی“ میرا پسندیدہ کالم ہے اور جب بھی فرائیڈے اسپیشل دستیاب ہوتا ہے، تو سب سے پہلے یہی کالم پڑھتا ہوں، کیونکہ ہم طالب علم ہیں اور صاحبانِ علم سے جو بھی علمی توشہ ملے اُسے غنیمت سمجھتے ہیں اور اُن کے لیے دعا کرتے ہیں، زبان و بیان کی اصلاح میرا بھی پسندیدہ موضوع ہے، لیکن میں اس شعبے کا مبتدی ہوں، مُختَصَص نہیں ہوں، جبکہ جناب اطہر ہاشمی ماشاء اللہ! مُختَصَص ہیں، انہوں نے مجھے بھی قابلِ اصلاح سمجھا، اُن کا بارِ دگر شکریہ، وہ فرائیڈے اسپیشل میں لکھتے ہیں:

”لیکن 2 جولائی کے جسارت میں حضرت مفتی منیب الرحمن کا مضمون اردوان کی کامیابی پر شائع ہوا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں: ”ترکی میں تبدیلی کے آثار دیدہ کور کے علاوہ سب کو نظر آتے ہیں“۔ حضرت علامہ کو اردو کیا، عربی، فارسی پر بھی کامل عبور ہے، انہیں یہ فرق ضرور ملحوظ رکھنا چاہیے تھا۔ ان کے مذکورہ جملے کا مطلب ہے کہ دیدہ کور سمیت سب کو نظر آ رہا ہے۔ اگر نظر آ رہا ہے تو دیدہ کور یعنی اندھا کیسے ہوا؟ شاعر تو کہتا ہے کہ دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے۔ یہاں علاوہ کی جگہ سوا ہونا چاہیے تھا۔ لیکن بڑے بڑے علماء کے سامنے ہماری کیا بساط، ایک مفتی تو سند ہوتا ہے، (فرائیڈے اسپیشل، 6 جولائی 2018)۔“

جناب اطہر ہاشمی کا تبصرہ درست ہے، مجھے یوں لکھنا چاہیے تھا: ”ترکی میں تبدیلی کے آثار دیدہ کور کے سوا سب کو نظر آتے ہیں“۔ بعض الفاظ شروع سے زبان پہ چڑھے ہوتے ہیں، اس لیے معنی سے صرفِ نظر ہو جاتا ہے، آئندہ اس کا خیال رکھیں گے۔ انہوں نے ایک اور شمارے میں مزید لکھا:

”مفتی منیب الرحمن بلاشبہ بہت بڑے عالم ہیں اور اردو ہی کیا عربی، فارسی پر بھی کامل عبور ہے۔ ایک بڑے مدرسے کے پرنسپل ہونے کے ناتے پروفیسر بھی کہلاتے ہیں۔ ان کی تفہیم المسائل کے عنوان سے کئی جلدوں میں بڑی معرکہ آرا (معرکہ ال آر انہیں) تصنیف

ہے۔ ہم نے اس سے بہت استفادہ کیا ہے۔ تفہیم المسائل (جلد نمبر 9) میں انہوں نے کئی جگہ ”علاء الدین“ لکھا ہے۔ اسے کمپوزنگ یا کتابت کی غلطی نہیں کہا جاسکتا۔ ویسے بھی ایسی علمی اور دینی کتابوں کی پروف ریڈنگ بہت احتیاط سے کی جاتی ہے۔ محترم مفتی منیب الرحمن رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین بھی ہیں، ان کے فتوے پر ہم رمضان کا آغاز کرتے اور عید مناتے ہیں۔ اب اگر وہ علاء الدین کو علاء الدین لکھیں تو اسے فتویٰ سمجھ لینا چاہیے اور جن لوگوں پر ہم نے اعتراض کیا اُن سے معذرت کر لینی چاہیے۔ لیکن ایک معاملہ اور ہے جس میں معذرت کی گنجائش نہیں۔ 6 ستمبر کو جسارت کے ادارتی صفحے پر حضرت مفتی صاحب کا ایک مضمون جدید فلاحی ریاست کے مؤسس کے عنوان سے شائع ہوا ہے، اس میں وہ لکھتے ہیں: ”ارشاد رسول ﷺ ہے: اے اللہ ازراہ کرم ابو جہل بن ہشام یا عمر بن خطاب میں سے کسی ایک کے ذریعے اسلام کو غلبہ، قوت اور طاقت عطا فرما۔“ ان جملوں کو ارشاد رسول ﷺ کہا گیا ہے جو نہ صرف غلط ہے، بلکہ رسول اکرم ﷺ نے اپنے سے کوئی غلط بات یا جملہ منسوب کرنے پر سرزنش فرمائی ہے۔ مفتی منیب سے زیادہ اور کون اس بات سے واقف ہوگا۔ انہوں نے عمر بن ہشام کا نام ہی بدل دیا۔ ابو جہل اس کا نام نہیں تھا، بلکہ اس کی جہالت کی وجہ سے اسے یہ لقب ملا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: عمر بن ہشام یا عمر بن خطاب میں سے، یعنی دو عمر میں سے کسی ایک کو اسلام کے لیے باعث قوت بنا اور اللہ کریم نے عمر بن خطاب کو یہ اعزاز عطا فرمایا۔ اسی لیے سیدنا عمرؓ کو دعائے رسولؐ بھی کہا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ ابو جہل یعنی جہل والا ان معنوں میں جاہل نہیں تھا جو عام ہیں، یعنی ناخواندہ۔ وہ قریش کے چند خواندہ لوگوں میں سے تھا اور ابوالحکم کہلاتا تھا۔ جہالت (ج بالفتح) کا مطلب ناواقفیت، بے وقوفی، اجڈ پن بھی ہے۔ لغات کے مطابق جہل اور جاہل اس کو بھی کہتے ہیں جو جانتے ہوئے بھی سچ کا اقرار نہ کرے اور اپنی ضد پر اڑا رہے۔ ابو جہل کو خوب معلوم تھا کہ حق کیا ہے، لیکن اس کے تکبر نے اسے عمر بن ہشام سے ابو جہل بنادیا، اللہ تعالیٰ نے عمر بن خطاب کو فضیلت عطا کرنی تھی، سو وہ ایمان لے آئے، (فرانیڈے اسٹیشنل، 28 ستمبر 2018ء)۔ میرے لیے باعث حیرت ہے کہ کالم میں سنن ترمذی کی حدیث کا باقاعدہ حوالہ موجود ہے، تو جناب ہاشمی نے کیسے کہہ دیا: ”(کہ یہ ایسی غلطی ہے) جس پر معذرت کی گنجائش نہیں ہے“، حضور والا! یہ غلطی نہیں ہے، یہ سو فیصد درست ہے اور حدیث مبارک میں یہ کلمات موجود ہیں، آپ نے اصل ماخذ کی طرف رجوع کیے بغیر اپنے حافظے پر اعتماد کرتے ہوئے اسے غلط کہہ دیا اور اس پر ایک طرح سے وعید کا حوالہ بھی دے دیا، نہایت ادب کے ساتھ گزارش ہے کہ آپ اس تبصرے سے رجوع فرمائیں۔ جناب اطہر ہاشمی کی خدمت میں گزارش ہے: ”فقیر گو گیا پاشا قسم کا پروفیسر نہیں ہے، بلکہ تدریس سے باقاعدہ وابستہ رہا ہے اور ”پروفیسر آف اسلامک اسٹڈیز“ کی حیثیت سے ریٹائر ہوا ہے، اگرچہ میں اپنے ادارے کا سربراہ بھی ہوں اور 1973 سے دینی علوم کی تدریس سے بھی وابستہ ہوں اور گزشتہ تیس سال سے افتاء کا کام بھی کر رہا ہوں اور میری کتب عام کالجوں اور ایل بی بی میں شامل نصاب رہی ہیں۔“ مجھے بہت بڑا عالم ہونے کا زعم کبھی نہیں رہا، البتہ دین کا طالب علم ضرور ہوں اور نبی کریم ﷺ کی جانب اپنی وضع کی ہوئی حدیثیں منسوب کرنے کی بابت آپ ﷺ کی وعیدات ہمیشہ پیش نظر رہتی ہیں، اس لیے کوشش کرتا ہوں کہ آیات کریمہ و احادیث مبارکہ باحوالہ لکھوں، بعض اوقات کالم کی گنجائش مانع ہو جاتی ہے، وہ احادیث مبارکہ یہ ہیں:

(1) ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر جھوٹ بولنا کسی عام آدمی پر جھوٹ بولنے کی طرح نہیں ہے، جو مجھ پر دانستہ جھوٹ بولے گا، تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے، (بخاری: 1291)“، (2) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میری طرف منسوب کر کے حدیث بیان کرنے سے بچے رہو، سوائے ایسی احادیث کے کہ جن کا تمہیں علم ہو، سو جو کوئی میری طرف دانستہ جھوٹی بات منسوب کرے گا تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے اور جو قرآن میں اپنی رائے پر کوئی بات کرے، تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے، (سنن ترمذی: 2951)۔“ لیکن جو حدیث میں نے ”جدید فلاحی ریاست کے مؤسس“ کے عنوان سے اپنے کالم میں لکھی ہے، اس پر جناب اطہر ہاشمی کی گرفت درست نہیں ہے، وہ حدیث کتب احادیث میں موجود ہے، حوالہ جات درج ذیل ہیں: (1) عبد اللہ بن عباس بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (اللہ تعالیٰ کے حضور) دعا کی: اے اللہ! تو ابو جہل بن ہشام یا عمر بن خطاب (میں سے کسی ایک) کے ذریعے اسلام کو غلبہ عطا فرما، راوی بیان کرتے ہیں: (اگلے دن) جب صبح ہوئی تو عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا، (سنن ترمذی: 3683، فضائل الصحابہ احمد بن حنبل: 311، الشریعۃ لآلہ جری: 1345)۔ (2) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے، ابو جہل اور اس کے اصحاب وہاں بیٹھے ہوئے تھے، اس وقت انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: تم میں سے کون ایسا کر سکتا ہے کہ (قبیلے کا نام لے کر کہا: بنو فلان کے ہاں جو اونٹنی ذبح ہوئی ہے، اس کے بچہ دان کو لے کر آئے اور جب (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کریں تو وہ ان کی پشت پر رکھ دے، تو قوم کا سب سے بد بخت شخص اٹھا، وہ اس بچہ دان کو لے کر آیا، پھر وہ انتظار کرتا رہا، حتیٰ کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں گئے تو اس نے اس بچہ دان کو آپ کی پشت کے اوپر آپ کے کندھوں کے درمیان رکھ دیا، (حضرت عبد اللہ بن مسعود) بیان کرتے ہیں: میں (بے بسی کے عالم میں) یہ منظر دیکھ رہا تھا، لیکن آپ کے کسی کام نہیں آ سکتا تھا، کاش! (کہ اس وقت) میرے کوئی مددگار ہوتے، انہوں نے کہا: مشرکین ہنسی سے لوٹ پوٹ ہونے کے سبب ایک دوسرے پر گرے جارہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں تھے اور اپنا سر نہیں اٹھا رہے تھے حتیٰ کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور انہوں نے اس بچہ دان کو آپ کی پشت سے اٹھا کر پھینک دیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اقدس اٹھایا اور بارگاہ الہی میں تین مرتبہ التجا کی: ”اے اللہ! قریش کی گرفت فرما“، قریش پر آپ کی دعائے ضررنا گوار گزری، راوی کا بیان ہے: ”وہ جانتے تھے کہ اس شہر میں دعا قبول ہوتی ہے“، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لے کر ان کے خلاف دعا کی: ”اے اللہ! ابو جہل کی گرفت فرما، عتبہ بن ربیعہ، ہشیم بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف اور عتبہ بن ابی معیط کی گرفت فرما اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتویں شخص کا نام بھی لیا جو راوی کو یاد نہ رہا، عبد اللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دعائے ضرر کے وقت) جن اشخاص کا نام لیا تھا، میں نے ان سب کو بدر کے کنویں میں اوندھے منہ پڑے ہوئے دیکھا، (صحیح البخاری: 240)۔“ (جاری ہے۔۔)

